سلسلہ دعوات عبدیت کے

حصہ اوّل کا نواں وعظ

اصلاح النساء

منجملہ ارشادات

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولٰنا و مقتدانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہٗ

بہ تصحیح

(محمد سراج الحق مچھلی شہری)

ناشر:۔ مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الٰہ آباد ۳

باہتمام عبدالمجید

اسرار کریمی پریس الٰہ آباد میں چھپا

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین اصلاح النساء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوات عبدیت حصہ اول

وعظ ۹

اصلاح النساء

(النساء وحقوق العباد)

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
کاندھلہ	۲۰ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۲۹ء				مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی		

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر النسآء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار فقلن ولم یا رسول اللہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رأیت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احدٰکن قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یا رسول اللہ قال الیس شھادۃ المرءۃ مثل نصف شھادۃ الرجل قلن بلیٰ قال فذٰلک من نقصان عقلھا قال الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلیٰ قال فذٰلک من نقصان دینھا متفق علیہ۔ ترجمہ حدیث شریف کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورتوں کو خطاب کرکے) فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ تم صدقہ دو اسلئے کہ دکھلایا گیا ہوں میں کہ تم اہل نار میں سے سب سے زیادہ ہو عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ تم لعنت ملامت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو میں نے تم سے زیادہ کہ تم ناقصات العقل والدین بھی ہو۔ ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کرنیوالا کسی کو نہیں دیکھا عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے دین اور عقل کے نقصان کی کیا وجہ ہے

؎ وعظ سابق دو وعظوں کے درمیان غیر جمعہ میں ہوا تھا مگر ان دونوں کے تناسب سے ترتیب میں اوسکو متصل اور اسکو موخر کر دیا ۱۲ منہ

فرمایا کہ کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت سے نصف نہیں ہے عورتوں نے عرض کیا کہ بیشک ہے فرمایا کہ یہ نقصان عقل ہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب کوئی حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے عرض کیا کہ بیشک فرمایا کہ یہ نقصان دین ہے۔ میں نے اسوقت اس حدیث کو کہ جس میں عورتیں مخاطب ہیں حالانکہ یہاں مردونکا بھی مجمع ہے اسلئے اختیار کیا ہے کہ عورتوں کو ایسا موقع بہت کم ملتا ہے اسلئے وہ بالکل بیخبر ہیں اور طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں اور وہ خرابیاں عورتوں سے تجاوز کر کے مردوں اور بچوں تک پہنچتی ہیں اسلئے انکی اصلاح سے گھر بھر کی درستی ہے اسکے اعتبار سے یہ مضمون عام اور مشترک النفع بھی ہو گیا اور نیز اسمیں بعض مضامین بلا واسطہ بھی مشترک ہیں البتہ مقصود زیادہ عورتوں کو سنانا ہے اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے پانچ نقائص بیان فرمائے دو اضطراری اور تین اختیاری دو اضطراری یہ ہیں نقصانِ عقل نقصانِ دین اور تین اختیاری اکثارِ لعن (بہت کوسنا)۔ کفرانِ عشیر (خاوند کی ناشکری) مردِ حازم کی عقل کو سلب کرنا (مرد کو بیوقوف بنادینا) نقصان عقل و دین کی ماہیت سے سوال کے جواب میں بجائے بیان حقیقت کے حضورؐ نے اس کی علامتیں اسلئے بیان فرمائیں کہ مخاطب کم سمجھ ہیں اسلئے حقیقت کے سمجھنے میں تکلف ہوتا اور جہاں مخاطب کم عقل ہو ایسا ہی کرنا مناسب ہے مثلاً کوئی عامی نار کی حقیقت سے سوال کرے تو کہا جاویگا کہ جس میں دھواں ہوتا ہے وہ نار ہے اسیطرح حضورؐ نے نقصان عقل کو بھی ایک علامت سے بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ دو عورتوں کی گواہی بمنزلہ ایک مرد کے قرار دیگئی ہے اور نقصان دین کو بھی اس علامت سے کہ حیض کے ایام میں روزہ نماز نہیں پڑھتی اوس زمانہ میں چونکہ انقیاد للحق غالب تھا یہ علامتیں بیان کر دینا کافی تھیں۔ آجکل طبائع کا رنگ بدل گیا بجائے انقیاد کے عناد غالب ہے اب تو اسی میں سوال پیدا ہوگا کہ اس کی کیا وجہ کہ دو عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوئی سو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث و قرآن کوئی فن کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں ایسی کاوش کی جاوے بلکہ قرآن و حدیث تو طب کی سی کتابیں ہیں اسلئے اسکو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے جس نظر سے شفیق طبیب کے کلام کو دیکھا جاتا ہے کہ کہیں وہ ایک مریض کی حالت کے لحاظ سے کلام کرتا ہے اور کہیں دوسرے مریض کے مناسب حال، اسیواسطے قرآن و حدیث کو وہ خوب سمجھے گا جو شانِ نزول سے واقف ہو کیونکہ اس سے معلوم ہو جاویگا کہ کس موقع پر یہ ارشاد ہوا ہے وہاں کیا حالت تھی کیا مقتضیات اور خصوصیات تھیں اور اسی وجہ سے ہم فہم قرآن و حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سخت محتاج ہونگے بڑا فرق ہے اس شخص میں جو نسخہ لکھنے کے وقت طبیب کے پاس حاضر ہوا اور جو حاضر نہ ہوا اور مدت کے بعد اس نے صرف نسخہ دیکھا کیونکہ جو حاضر ہے وہ مریض کے سن اور مزاج اور دوسری خصوصیات کو مشاہدہ کریگا۔ اسلئے نسخہ کے محل کو وزن کو جیسا وہ سمجھے گا دوسرا شخص

نہیں سمجھیگا اسیطور پر قرآن و حدیث کی تفسیر میں سلف کا قول مقدم ہوگا حاصل یہ ہو کہ قرآن و حدیث پر اس اعتبار سے نظر نہ کرنی چاہیئے کہ وہ کوئی فن کی کتاب ہو جسمیں تعریفات کے جامع مانع نہونے سے یا قیود کے مفید احتراز نہونیسے تصنیف کو ناقص سمجھا جاتا ہو اسیواسطے میری یہ راے ہو کہ قرآن و حدیث ایسے وقت پڑھانا چاہیئے کہ دماغ فلسفہ و منطق سے متاثر نہوا ہو بہرحال اسوقت نقصان دین و عقل کی علامت کو بیان کردینا کافی ہوگیا اور اگر آپ یہ کافی نہیں ہے تو حقیقت کے بتلانے والے ابھی بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں غرض نقائص اختیاری تو اسلئے بیان فرمائے ہیں کہ اپنے نقائص پر مطلع ہو کر انکے علاج کی فکر کریں اور نقائص اضطراری غیر اختیاری جو معالجہ سے نہیں جا سکتے ان کو اسلئے بیان فرمایا کہ اپنے اندر ان نقائص کو دیکھ کر کبر اور پندار جاتا رہے اس لئے کہ عورتوں میں کبر اور پندار کا بہت مرض ہو ذرا سا کمال ہوتا ہو اسکو بہت کچھ سمجھتی ہیں اور منشا اس عجب و کبر کا ہمیشہ جہل ہوتا ہو بڑا عالم اپنے کو وہی سمجھتا ہو جو کچھ نہو کیونکہ جو واقع میں بڑا ہوگا اوسکی نظر کمال کی حد آخر تک ہوگی اور اپنے کو اس سے عاری دیکھے گا اسلئے ممکن نہیں کہ اپنے کو بڑا سمجھے البتہ ایسے شخص کو اپنا بڑا سمجھنا شایاں ہے جو تمام مراتب کمال کو جامع ہو اور وہ صرف ایک ذات وحدہ لاشریک ہے اسلئے متکبر اسکا کمالی نام ہو اسکے معنی ہیں اپنے کو بڑا سمجھنے والا سو چونکہ واقع میں حق تعالیٰ بڑا ہو اسلئے اگر وہ اپنے کو بڑا نہ جانتا تو یہ جہل ہوتا اور جہل نقص ہو اور حق تعالیٰ تمام نقائص سے پاک ہیں بس خدا کا تو یہی کمال ہو کہ وہ اپنے کو بڑا جانے اور بندہ کا یہ کمال ہو کہ اپنے کو چھوٹا سمجھے اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھے تو یہ نقص ہوگا۔ حدیث قدسی میں ہو الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیہما قصمتہ یعنی عظمت و کبریا میرا خاصہ ہو جیسے ازار اور رداء انسان کا ملبوس خاص ہوتا ہو پس جو شخص مجھسے (ان صفات میں) کھینچا تانی کریگا میں اسکی گردن توڑ دونگا اس سے معلوم ہوا کہ عظمت اور بڑائی حق تعالےٰ کی صفات خاصہ میں سے ہیں اسلئے بندہ کا کمال اپنے کو عاجز سمجھنا ہو چنانچہ جن حضرات کے قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریا آگئی ہو وہ اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں جس شخص کی رستم کی قوت پر حاتم کی سخاوت پر نظر ہوگی وہ اپنے کو قوی اور سخی نہ سمجھے گا جسکے پیش نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوگا وہ اپنے کو کیا عالم سمجھیگا۔ آجکل یہ خبط ہوگیا ہو کہ تھوڑا سا کمال ہوجاتا ہو تو اپنے کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہو جاتی ہو تو اپنے کو رابعہ سمجھنے لگتی ہو اور ہر ایک کو حقیر سمجھتی ہو اور وجہ اسکی یہی ہو کہ انکی کسی نے تربیت نہیں کی وہ کتابیں پڑھ پڑھ کر دیندار ہو جاتی ہیں پس انکی ایسی مثال ہو جیسے کوئی کتب طب دیکھ کر دوا دینے کھانے لگے اور بتانے لگے اس سے بجائے نفع کے خوف ضرر غالب ہوگا جبتک طبیب کی رائے سے دوا نکھائے کچھ نفع نہوگا اسی طرح چونکہ عورتونکے اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی اور کسی مربی سے رجوع نہیں کرتیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہی کرلیتی ہیں اسلئے اپنے کو باکمال سمجھنے لگتی ہیں ایک لڑکی کا کسی شخص سے نکاح ہوا وہ لڑکی نماز روزہ کی پابند

تھی اور شوہر اسقدر پابند نہ تھا اور آوارہ سا تھا تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ افسوس میں ایسی پرہیزگار اور ایسے شخص کے
جال میں پھنس گئی میری قسمت ڈوب گئی حالانکہ بیوقوف یہ نہیں سمجھی کہ اگر ہم نے نماز پڑھی روزہ رکھا تلاوت کی
تو اپنا کام کیا دوسرے پر کیا احسان کیا کیا کوئی دوا پی کر فخر کرتا ہے کہ میں بڑا بزرگ ہوں کہ دوا پیا کرتا ہوں اسیطرح
یہ سب طاعات اپنا ہی نفع ہے اور اس سے اپنا ہی حق ادا کر رہا ہے اور حقوق اللہ جو اسکا لقب ہے یہ اس اعتبار سے نہیں
کہ اللہ تعالیٰ اس سے منتفع ہے یا اسکا حق اس سے اتر جاتا ہے کیونکہ صاحب حق کو تو دیکھنا چاہئے کہ اسکی ہم پر کس
قدر نعمتیں ہیں اگر نعمتوں کو دیکھا جاوے تو درحقیقت یہ ہمارا نماز روزہ کچھ بھی نہیں اور جہاں ہزاروں انبیاء
و اولیا و ملائکہ کی عبادتوں کے ذخیرے کے ذخیرے انبار کے انبار موجود ہوں انکے مقابلہ میں ہمارے روزہ نماز کی
مثال بالکل ایسی ہے۔ جیسے کہ جواہرات کے سامنے مٹی کے کھلونے تو حقیقت میں احسان تو حق تعالیٰ کا ہے
کہ ہماری ایسی عبادت کو قبول فرماتے ہیں۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی اپنے مخدوم کی خدمت
بدون اسکی حاجت کے اس کی مرضی کیموافق نہ کرے اور اس مخدوم کو اس خدمت سے بجائے راحت کے تکلیف
پہونچے مگر خوش اخلاقی سے خاموش ہو جاوے تو وہ خادم اپنی جہالت سے یہ سمجھے گا کہ میں نے بڑا کام کیا حالانکہ
بڑا کام تو مخدوم نے کیا کہ اس ناگوار خدمت کو قبول فرمایا۔ دیکھئے قاعدہ عقلیہ و شرعیہ ہے
کہ کامل و ناقص کا مجموعہ ہمیشہ ناقص ہوتا ہے اور پاک و ناپاک ملکر ناپاک ہوتا ہے بس جبکہ ہماری نماز میں
وساوس و خطرات اور ترک سنن اور خلاف خشوع امور بھی شامل ہیں تو وہ مجموعہ نماز کامل کیسے ہوئی۔ اسی
بناء پر حدیث شریف میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھنے والے کو جو کہ
تعدیل ارکان نہ کرتا تھا فرمایا صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ یعنی تو نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی چونکہ اسی
حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور نے پھر اسکو طریقہ نماز کا مع تعدیل ارکان اور آداب کے سکھایا اور
اسکے بعد یہ فرمایا کہ جس قدر اسمیں سے کمی ہوگی اسیقدر نماز میں کمی ہو جاویگی اسلئے فقہاء امت رحمہم اللہ نے
سمجھا کہ نماز تو ہو جاویگی مگر ناقص ہوگی ورنہ ظاہر الفاظ حدیث سے تو معلوم ہوتا تھا کہ بالکل ہی نماز نہ ہو
بہر حال یہ محض رحمت ہے کہ ہماری ناقص عبادت کو بھی عبادت گردانا یہ محض فضل ہے۔ پھر ایسی عبادت پر
خوش ہونا اور فخر کرنا جہالت ہے، اور منشاء اس فخر و کبر کا وہی جہل ہے اور جس قدر عقل کم ہوتی ہے یہ مرض کبر کا
زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مردوں کی نسبت عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے حاصل یہ ہے کہ نقائص اضطراری
پر نظر و تنبیہ و توجہ ہونے سے یہ مرض کم ہوتا ہے اور اول معلوم ہو چکا ہے کہ نقص اضطراری کہ جن کے ازالہ
پر قدرت نہیں اس مقام پر دو ہیں نقصان عقل اور نقصان دین نقصان عقل کو تو حضور نے اس علامت سے
بیان فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل میں نقصان

ہو آجکل یہ سوال اس مسئلہ میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ دو کی گواہی ایک کے برابر ہے جواب حقیقی اور قاطع شغب تو یہی ہے کہ اسمیں کوئی حکمت ہوگی کہ جسکی ہم تعیین نہیں کرتے ۔

جواب تو اسی قدر کافی ہے باقی ہم تبرعاً کہتے ہیں کہ حکمت یہ ہے کہ عورتوں کی خلقت ہی میں نقصان ہے تمام قویٰ اور اعضا میں انکے بہ نسبت رجال کے نقصان آفتاب نیمروز کیطرح نظر آتا ہے اور جبکہ خلقۃً ناقص ہیں تو حفظ بھی ناقص ہوگا اور مدار شہادت کا حفظ پر ہے اس لیئے دو کی گواہی ایک کے برابر قرار دی گئی اور چونکہ حفظ بھی معین عقل ہے اسلیئے یہ علامت ہوگی ایک درجہ میں نقصان عقل کی پھر اسمیں سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ایسا ضعیف کیوں پیدا فرمایا اسکا جواب یہ ہے کہ اسی میں تمدن کی حفاظت ہے تا وقتیکہ ایک کو دوسرے کا تابع اور محتاج نہ بنایا جاوے تمدن محفوظ نہیں رہ سکتا اور تبعیت دو مساوی میں ہوتی نہیں اسیواسطے فرماتے ہیں الرجال قوامون یعنی مرد عورتوں پر سردار ہیں اور وجہ اسکی آگے ارشاد فرمائی بما فضل اللہ بعضہم علی بعض یعنی بسبب اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور جن لوگوں نے برعکس اس حکم کے عورتوں کو متبوع بنالیا وہاں کی خرابیاں پوشیدہ نہیں ہیں آجکل الرجال قوامون کی تفسیر یہ کیجاتی ہے کہ مرد عورتوں کے مزدور ہیں سبحان اللہ کیا تفسیر دانی ہے ان مفسر صاحب سے کوئی پوچھے کہ فضل اللہ بعضہم کے کیا معنی ہیں اگر جرأت کر کے یہ کہیں کہ اسمیں بھی بعضہم سے مراد عورتیں ہی ہیں تو تھوڑی دیر کیلیئے مسلم لیکن آگے جو فرماتے ہیں وبما انفقوا من اموالہم اسمیں تو ضمیر یقیناً رجال ہی کیطرف ہے کیونکہ منفق وہی ہیں تو کیا پھر فضل اللہ کی وہ تفسیر سر تا سر مہمل اور تحریف قرآن نہ ہوگی اگر یہ معنی ہوتے تو للنساء فرماتے علی جو کہ تسلط کیلیئے ہے نہ فرماتے خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر خلقۃً بھی فضیلت ہے چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے اَفَمَن یُنَشَّؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین مشرکین جو ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے انکا رد اسطرح فرماتے ہیں کہ کیا تم ایسی مخلوق کی حق تعالیٰ کیطرف نسبت کرتے ہو جو کہ پست خیال ہیں کہ ہمیشہ بناؤ سنگار اور زیور میں نشوونما پاتی ہیں اور دوسرے یہ کہ انمیں مقابلہ کیوقت قوت بیانیہ نہیں ہے واقعی یہ دو صفتیں جو عورتوں کی ارشاد فرمائی ہیں کھلم کھلا نظر آتی ہیں زیور اور آرائش اور بناؤ سنگار میں شب روز رہتی ہیں اس سے آگے انکا خیال ترقی ہی نہیں کرتا غایت مقصود اپنا اسی کو سمجھتی ہیں اور مقابلہ اور مناظرہ کیوقت انکے دلائل میں قوت بالکل نہیں ہوتی ۔ ادھر اُدھر کی باتیں بہت کرینگی لیکن کسی امر پر دلیل صحیح ہرگز بیان نہ کر سکیں گی ۔ کوئی عورت یہ نہ کہے کہ یہ زیور تو ہمکو ماں باپ نے پہنا دیا اسسے عادت ہوگئی ۔ اسسے میلان کہاں ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر ماں باپ بھی نہ پہنادیں تب بھی انکا طبعی میلان نمائش و آرائش کیطرف ہے چنانچہ بہت سے واقعات اسکے شاہد ہیں اور اسیطرح اگر کوئی صاحب دوسرے جزو میں یعنی قوت بیانیہ میں کمی کے بارہ میں فرمادیں کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ ہماری عورتوں کی تعلیم نہیں

ہوتی اور اگر تعلیم و تربیت کامل ہو تو یہ نقصان ہرگز نہ رہے یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ جو عورتیں تعلیمیافتہ کہلاتی ہیں وہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لکچروں میں ناقص تقریر کرتی ہیں انکے شوہر اس لکچر کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ حکمت تبرعًا بیان کر دیگئی ورنہ یہ کہنا کافی ہے کہ خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ ہمارا کوئی فائدہ اسکی تعیین پر موقوف نہیں۔ اسیواسطے جو چیزیں فضول ہیں انکی تحقیق و تفتیش سے منع کر دیا گیا ہے ہمکو اس تحقیق سے کیا فائدہ ہے کہ فلاں ناقص کیوں ہے فلاں کامل کیوں ہمکو تو اسکے نتائج و احکام پر عمل کرنا چاہیے بہر حال تقریر سے معلوم ہو گیا کہ نقصان عقل اضطراری اور خلقی ہے اور دوسرا نقصان یعنی نقصان صلوٰۃ جسکو نقصان دین فرمایا ہے جس کا سبب حیض کا آنا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے کہ خلقی ہے اور تین امر اختیاری انکی طرف منسوب فرمائے کہ انکا ازالہ انکے اختیار میں ہے وہ کفران عشیر و (شاوند کی ناشکری) اذہاب لب رجل حازم (عقلمند کو بیوقوف بنانا) و اکثار لعن (کوسنے دینا) چونکہ یہ اختیاری ہیں اسلئے انکو نقص نہ کہنا چاہیے بلکہ انکو شر کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہے، حاصل یہ ہوا کہ عورتوں میں دو نقص اور تین شر ہیں جو نقص ہیں انکا فکر تو بے سود ہے اسلئے کہ وہ حالے زائل ہونیوالے نہیں بلکہ اسکی تو تمنا سے بھی منع کیا گیا ہے چنانچہ وارد ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضؓ نے مردوں کے فضائل سنکر فرمایا تھا کہ یا لیتنا کنّا رجالاً یعنی اے کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی سی فضیلت ہمکو بھی ملتی اسپر یہ آیت نازل ہوئی ولا تتمنّوا ما فضل اللہ بہ بعضکم یعنی مت تمنا کرو اُس شے کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شے سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یعنی خلقی آگے فرماتے ہیں للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن یعنی مردوں کیلئے حصہ ہے اس شے سے جو انھوں نے کمایا مطلب یہ ہے، کہ ایسی تمنا چھوڑو عمل میں کوشش کرو اب اسپر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر ہم عمل بھی کریں تب بھی ناتمام ہی رہیں گے نقصان ہمارا کہاں دور ہوگا تو اسکا جواب فرماتے ہیں واسئلوا اللہ من فضلہ یعنی اللہ سے اسکے فضل کا سوال کرو مطلب یہ ہے، کہ عمل نیک کرو اگر خدا کا فضل ہو تو تم مردوں سے بڑھ سکتی ہو غرضکہ جو نقص اضطراری ہیں اسکی فکر تو بالکل فضول ہے اور جو اختیاری ہیں جن کو ہم نے شر کہا ہے اسکی اصلاح واجب ہے، اور وہ کل تین شر ہیں اکثار لعن۔ کفران عشیر۔ اذہاب لب حازم اکثار لعن یعنی لعنت ملامت زیادہ کرنا چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ صبح سے شام تک انکا یہی مشغلہ ہے کہ جس سے دشمنی ہے اسکی غیبت کرتے ہیں اور جس سے محبت ہے، اسکو کوستی ہیں۔ اپنی اولاد کو کوستی ہیں اپنی جان کو کوستی ہیں اور ہر شے کو خواہ وہ قابل لعنت ہو یا نہ ہو کوستی ہیں یاد رکھو بعض وقت اجابت کا ہوتا ہے اور وہ کوسنا لگ جاتا ہے پھر نادم ہونا پڑتا ہے ہمارے یہاں ایک شخص تشنج زدہ ہے جو کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتا اور سخت تکلیف میں ہے اسکی ماں نے اسکو کسی شرارت پر یہ کہا تھا کہ خدا کرے تو چارپائی کو لگجاوے خدا کی قدرت وہ ایسا ہی ہو گیا اور اسکی مصیبت والدہ صاحبہ ہی کو اٹھانی پڑی۔ رہا کفران عشیر یعنی زوج کی ناشکری تو جسقدر انکو دیا جاوے سب تھوڑا ہے مجھکو مولوی عبد الرب صاحب کا ایک لطیفہ یاد آیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ انکے پاس کتنا ہی کپڑا ہو جب پوچھو

کپڑا ہے تو کہیں گی کہ کیا ہیں چار چیتھڑے اور کتنے جوڑے جوتہ کے ہوں مگر پوچھنے پر یہی کہیں گی کہ کیا ہیں دو لتیڑے اور برتن کیسے ہی عمدہ اور کثرت سے ہوں مگر یوں ہی کہیں گی کہ کیا ہیں چار ٹھیکرے ایک عورت خود کہتی تھی کہ ہمارا حال تو دوزخ کا سا ہے کہ اُسکو کہا جاویگا هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تو بھر گئی وہ جواب میں کہے گی هَلْ مِن مَّزِيدٍ۔ ایک مرض انمیں اور بھی ہے جو کفران ہی کا شعبہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ کارآمد ہو یا نکمی ہو پسند آنا (اور لانا) چاہیئے بے سوچے سمجھے اسکو خرید لیتی ہیں اور کہتی ہیں گھر میں آئی چیز کام آہی جاتی ہے اور یہ شعبہ کفران کا اسلئے ہے کہ اضاعت مال شوہر کا ہے خود اپنے مال کی اضاعۃ (بربادی) بھی کفران (ناشکری) ہے جیسا ارشاد ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (مال کو بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے خدا کا ناشکرا ہے) اور جب مال بھی دوسرے کا ہو تو کفران حق کیساتھ کفران شوہر بھی ہے مومن کے قلب کو تو زیادہ بکھیڑے سے گھبرانا چاہیئے گو کہ اسراف بھی نہ ہو اور بے ضرورت کوئی شے خریدنا تو صریح اسراف میں داخل ہے حدیث میں ہے نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اضاعة المال یعنی منع فرمایا حضورؐ نے مال کے ضائع کرنیسے آجکل گھروں میں اور خصوصاً بڑے گھروں میں نہایت اسراف ہوتا ہے۔ برتن ایسے خریدے جاتے ہیں جو قیمت میں تو بہت زیادہ اور مضبوط خاک بھی نہیں ذرا ٹھیس لگ جاوے چار ٹکڑے اور پھر حاجت سے بھی زائد بعض گھروں میں اس کثرت سے شیشہ و چینی وغیرہ کے برتن ہوتے ہیں کہ عمر بھر بھی انکے استعمال کی نوبت نہیں آتی علیٰ ہذا کپڑوں میں بھی بہت اسراف ہے۔ عہ؍ گز کا اور ۔عہ؍ گز کا کپڑا بہت باریک جو کہ علاوہ ممنوع ہونے کے کسی کام کا نہیں پہنتی ہیں اگر کہیں سے نکل (پھٹ) گیا تو کسی کام کا نہیں اور موٹا کپڑا اگر پرانا ہو جاتا ہے کسی غریب ہی کے کام آجاتا ہے۔ یہ تمام مصیبت اس کی ہے کہ عورتیں اسکی کوشش کرتی ہیں کہ میرا جوڑا ایسا ہو کہ کسی کے پاس نہو اپنی حیثیت کو نہیں دیکھتیں ظروف و لباس مکان ہر شے میں شان نمود تفاخر ریا کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے یہ حال تو روزمرہ کے برتاؤ کا ہے اور اگر کہیں کوئی تقریب پیش آجاوے تو کیا ٹھکانا ہے تمام رسوم پوری کیجاویں جنمیں سراسر نمود ہی نمود ہے بعض عورتیں فخر کرتی ہیں کہ ہم نے رسوم سب چھوڑ دیں مگر رسمیں دو قسم کی ہیں ایک تو شرک و بدعت کی رسمیں مثلاً چٹائی پر بہو کو بٹھلانا اسکی گود میں بچہ دینا کہ اس سے شگون لیتے ہیں کہ اولاد ہو تو واقعی ایسے ٹونے ٹوٹکے تو اکثر جگہ چھوٹ گئے دوسری تفاخر اور نام آوری کی رسمیں سو یہ دوسری قسم متروک نہیں ہوئی بلکہ بسبب تمول کے بہ نسبت پہلے کے کچھ بڑھ گئی ہیں۔ پہلے زمانہ میں اتنا تفاخر اور ریا و نمود نہ تھا کیونکہ کچھ سامان کم تھا کچھ طبائع میں سادگی تھی اب تو کھانے میں الگ تفاخر ہو گیا وہ پہلی سی سادگی ہی نہیں رہی پلاؤ بھی ہو کباب بھی ہوں فیرنی متنجن بریانی سب ہوں اور کپڑے کے تکلفات کو اول بیان ہی کیا گیا ہے ایک دلھن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار

کا صرف کپڑا ہی کپڑا جہیز میں لائی تھی۔ شاید یہ کپڑا اسکے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ دلہن مرگئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا پھر علاوہ دلہن کے کپڑوں کے تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ انکو پسند بھی نہیں آتے اور انمیں عیب نکالے جاتے ہیں کسقدر بے لطفی ہوتی ہے اور اسپر دعوی یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہیز کو دکھاتے تک نہیں۔ دیکھو ہم نے رسمیں چھوڑ دیں سو جناب اسمیں کیا کمال کیا اپنی بستی میں تو برسوں پہلے سے سامان جمع کر کر کے ایک ایک کو دکھلا چکی ہو جو مہمان آتی ہے اسکو بھی اور جو رشتہ دار آتی ہے اسکو بھی ایک ایک چیز دکھلائی جاتی ہے اور خود سامان آنے میں جو شہرت ہوتی ہے وہ الگ آج دہلی سے کپڑا آرہا ہے کل مراد آباد گئے تھے وہاں سے برتن لائے ہیں اور اسکے بعد وہ دولھا کے گھر جا کر کھلتا ہے اور عام طور پر دکھایا جاتا ہے اور اسی واسطے لڑکی کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے تو یہ قصہ اعلان نہیں ہے تو کیا ہے ہاں اگر ہمراہ نہ کیا جاتا تو عقل کے بھی موافق تھا کیونکہ یہ سب سامان لڑکی ہی کو دیا جاتا ہے اور اسوقت وہ قبضہ نہیں کرتی اور نہ اسکو خبر ہوتی ہے اسکو دینا تو یہ ہے کہ سر دست اپنے گھر رکھو جب وہ اپنے گھر آوے اسوقت وہ تمام سامان اسکے آگے رکھو اور کہو کہ یہ سب چیز تمہاری ہے تمہارا جب جی چاہے لیجانا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ اب وہ نہ لیجاوے کیونکہ اسوقت تو اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے کبھی وقت جب ضرورت ہوگی لیجائیں گے اور اوفق للعقل ہونے کیساتھ اسمیں ریا بھی نہ ہوئی اسوقت یہ دعوی ترک رسم کا صحیح ہوتا اگر چونکہ
عقل کی بات
اسمیں کوئی تفاخر اور دکھاوا نہیں ہے اسلئے ایسا کوئی بھی نہیں کرتا۔ تیسرا شر اذہاب لُبّ رجل حازم یعنی بڑے ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کر لینا چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ ایسی اتار چڑھاؤ کی باتیں کرتی ہیں کہ اچھے خاصے عاقل بے عقل ہو جاتے ہیں۔ انکے لہجہ میں خلقۃً ایسا اثر رکھا گیا ہے کہ خواہ مخواہ مرد اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ عقل میں مردوں سے زیادہ ہیں بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ مکر اور چالاکی انمیں مردوں سے زیادہ ہوتی ہے عقل اور شے ہے اور مکر اور چالاکی دوسری شے ہے شیطان میں مکر اور چالاکی تھی عقل نہ تھی اسیواسطے دھوکہ کھایا جبکہ حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سجدہ نہ کیا اور خلقتنی من نار وخلقتہ من طین کہہ گذرا اور یہ نہ سوچا کہ جب حق تعالی نے سجدہ کا حکم فرمایا ہے تو ضرور اسمیں کوئی مصلحت ہوگی اور مصلحت وحکمت تو بہت ہی ظاہر تھی چنانچہ فرمایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ یعنی میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی جانشین تخت سلطنت پر بیٹھتا ہے تو اسکو نذریں گذرانی جاتی ہیں جو معاملہ منیب کیساتھ کیا جاتا تھا وہ اب نائب کیساتھ کیا جاتا ہے اسی لئے یہاں بھی حکم ہوا کہ ہم کو جسطرح سجدہ کرتے تھے اسیطرح آدم کو کرو اسلئے کہ ہمارا خلیفہ ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا وہ سجدۂ تحیت تھا اور حق تعالی کو سجدہ کرنا سجدۂ عبادت ہے، تو اتنی موٹی بات میں اسنے غلطی کی

سلام

اس سے معلوم ہو گیا کہ اسمیں عقل نہ تھی ہاں چالاکی اور مکر ہیں بیشک۔ یہ مثل ہوا سپر ایک میاں جی کی حکایت یاد آئی کہ انکے پاس کہیں سے بتاشے آئے انھوں نے ایک مٹی کے بدھنے میں آٹا لگا کر بند کر کے رکھدیئے تاکہ کوئی لڑکا نہ کھاجاوے لڑکوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہئے کہ بدھنے کا منہ بھی نہ کھلے تاکہ راز ظاہر نہو اور بتاشے بھی وصول ہو جاویں سوچتے سوچتے ایک تدبیر نکالی کہ پانی لاکر ٹونٹی کی راہ سے اوسمیں بھرا اور شربت گھول کر پی گئے تو یہاں یہ نہ کہا جاویگا کہ یہ لڑکے بڑے عاقل تھے بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ بڑے شریر اور چالاک و مکار تھے کیونکہ عقل کا مقتضا تو اپنے استاد کی خدمت و اطاعت ہے نہ کہ ضرر رسانی کیونکہ عقل کے معنی لغت میں بستن کے ہیں بس عقل وہی ہے جو کہ مضرت سے بند رکھے روکے بندر بہت عجیب عجیب کام کرتے ہیں مگر اس سے بندر کو عاقل نہ کہا جاویگا بلکہ مکار کہیں گے غرض عقل اور شے ہے اور چالاکی و مکر اور چیز ہے عقل محمود ہے اور اسکا نہ ہونا مذموم۔ اور چالاکی مذموم ہے اور اسکا نہ ہونا محمود۔ چنانچہ شریعت میں یہ بھی محمود نہیں ہے کہ دوسروں کو ضرر پہنچائے کہ مکر ہے اسیطرح یہ بھی کمال نہیں کہ اپنے کو مضرت سے نہ بچائے کہ کم عقلی ہے حدیث میں ہے لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مومن کو کسی جگہ سے ضرر پہونچے تو اسکی شان یہ نہیں ہے کہ پھر وہاں جاوے یا کسی آدمی سے تکلیف و نقصان پہنچا تو یہ مناسب نہیں کہ پھر اس سے معاملہ کرلے اس سے معلوم ہوا کہ مومن کیلئے اتنی بیدار مغزی کمال کی بات ہے کہ اپنے کو مضرت سے بچائے اسیواسطے دین کو نفع ہمیشہ عقلا ہی سے ہوا ہے۔ انبیا اور مقتدائے دین جسقدر ہوئے ہیں سب بڑے عاقل تھے کسی نبی کی ایسی حکایت نہ سنی ہوگی وہ بھولے ہوں انکو کچھ خبر نہو ہاں چالاک و مکار نہ تھے عاقل ہوشیار حکیم تھے اور یہی تو وہ شے ہے کہ جسکی بنا پر خلیفۃ اللہ بنایا گیا ہے غرضکہ عورتوں میں چالاکی اور مکر ہے عقل نہیں اس چالاکی اور مکر کیوجہ سے عاقل کی عقل کو سلب کر لیتی ہیں چنانچہ تنہائی میں ایسی باتیں کرتی ہیں کہ جس سے شوہر کا دل اپنی طرف ہو جاوے اور سب سے چھوٹ جاوے بیاہ کے بعد گھر آتے ہی سب سے اول کوشش انکی یہ ہوتی ہے کہ شوہر ماں باپ سے چھوٹ جاوے بڑے ظلم کی بات ہے کہ جس ماں نے مشقتیں اٹھا کر اسکو پالا اپنا خون جگر پلایا خود تکلیف میں رہی اسکو آرام سے رکھا اسکے تمام ناز برداشت کئے اور جس باپ نے دھوپیں کھائیں اور اولاد کیلئے گھر چھوڑا محنت کر کے ان کو پالا آج انکی خدمات کا یہ صلہ دیا جاتا ہے کہ ان سے چھڑایا جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اگر یہ منتر انکا چل گیا تو اسپر بھی اکتفا نہیں کرتی ہیں کہ تم الگ تو ہو گئے مگر تمھاری کمائی تو انکے پاس جا رہی ہے کبھی ماں کو جوتہ لادیا کبھی نقد کچھ دیدیا غرض کوشش کر کے اسمیں بھی کامیاب ہوتی ہیں پھر اسپر بھی صبر نہیں آتا اسکے بھائی بہن سے اور اگر پہلی زوجہ سے اولاد ہو اس سے چھڑاتی ہیں غرض شب و روز

اسی فکر میں گذرتا ہو اور یہی رات دن سعی ہوتی ہو کہ سوائے میرے اور میری اولاد کے کوئی نہو اور
انھیں کی بدولت بہت سے گھروں میں بلکہ بہت سے خاندانوں میں نا اتفاقی ہو جاتی ہو۔ مردوں میں یہ
بے احتیاطی ہو کہ انکی باتیں سنتے ہیں اور اسپر عمل کرتے ہیں اور خود اس کفران اور اذہاب کیوجہ دو ہیں
اول تو انکو زوج کی مساوات کا زعم ہوتا ہو کہ ہم اس سے کیا کچھ کم ہیں چنانچہ یہانتک کوشش ہوتی ہے
کہ مناظرہ میں بھی ہم غالب رہیں جو بات شوہر کہتا ہو اسکا جواب انکے پاس تیار رہتا ہو کوئی بات بے جواب
نہ چھوڑیں گی خواہ ناگوار ہو یا گوارا ہو خواہ معقول ہو یا نامعقول ہو اور کفران کے آثار اکثر اس دعوی
مساواۃ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں ان حضرات کیطرف متوجہ ہوتا ہوں جو مساوات حقوق زوجین کی
کوشش کرتے ہیں لئے التماس ہو کہ آپ حضرات جو اس سعی میں ہیں کہ رجال و نساء (مرد و زن) میں مساواۃ ہو جاوے
تو قطع نظر سب جوابوں کے میں کہتا ہوں۔ اگر آپ ہی کی بیگم صاحبہ آپ سے مساوات کا دعوی کریں اور مقابلہ میں آ کر
جواب سوال کریں تو سچ کہئے کہ آپ ناخوش نہ ہونگے ضرور ہونگے ہر شخص یہی چاہتا ہو کہ میرے اہل و عیال
میرے تابع ہو کر رہیں اور خصوصاً جنٹلمین حضرات کہ مساواۃ تو کیا رکھتے معمولی حقوق بھی بیبیوں کے ضائع
کرتے ہیں بیبیو تم مردوں کے برابر کیسے ہو سکتی ہو تم ہر طرح اور ہر امر میں پیچھے رکھی گئی ہو۔ دیکھو تمھاری امامت
جائز نہیں میراث شہادت امارت ولایت وغیرہ میں ہر طرح مردوں سے پیچھے ہو تم آگے کیوں بڑھنا
چاہتی ہو۔ امام صاحب کا قول ہو کہ اگر صف میں مرد کے برابر عورت کھڑی ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاویگی
جب عبادات میں مساواۃ نہیں ہو جسمیں زیادہ ہمت زیادہ عقل کی بھی ضرورت نہیں تو معاملات میں کہ
جنمیں بہت سے اُن امور کی ضرورت ہے جو خاص مردوں میں پائے جاتے ہیں کیسے برابر ہو سکتی ہو اور تم برابری
کا دعوی کرنا چاہتی ہو حالانکہ تمہارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہو اسلئے کہ حدیث شریف میں آیا ہو کہ اگر میں
خدا کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنیکی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور یہ نہیں
فرمایا کہ لونڈی کو حکم دیتا کہ اپنے مولی کو سجدہ کرے معلوم ہوا کہ تمہارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہے اور شوہر
کا مرتبہ مالک سے بھی زیادہ ہو مگر تمھاری یہ حالت ہے کہ خاوند سے دبنا نفس کیخلاف ہونیسے عار سمجھا جاتا ہے
تم ان احکام کو دین ہی نہیں سمجھتیں بڑا شوق دین کا ہوگا تو وظائف اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کی بہت
سی تسبیح پڑھ ڈالیں گی میں کہتا ہوں کہ وظائف کا مرتبہ تو ان سب سے پیچھے ہے بڑی فضیلت اسی میں ہے جس امر
میں نفس کا خلاف ہو اور ان وظائف کو اجزاء دین میں سے اکثر نے انتخاب کیا ہو اسکے اندر نفس کا ایک خفی کید ہے
وہ یہ ہے کہ عام میں اسکی وجہ سے تعظیم و تکریم بہت ہوتی ہو عام بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اسلئے اسمیں نفس خوش
ہوتا ہو اور خاوند کی حرمت اور تعظیم اور اطاعت نفس کے خلاف ہو اسلئے اس سے اعراض ہو غرضکہ ایک وجہ

خرابی کی تو زعم مساوات ہے دوسری وجہ حسد ہے یہ مرض بھی عورتوں میں بہت ہے ذرا ذرا سی شے پر ان کو
حسد ہوتا ہے مثلاً اسی پر حسد ہوتا ہے کہ ماں باپ (شوہر) کو یہ شے کیوں دیتا ہے اگر ماں باپ نہ ہوتے تو یہ شے ہمارے
پاس رہتی لیکن اے عورتو میں تمھاری اس امر میں تعریف کرتا ہوں کہ تمھارا ایمان تقدیر پر بہ نسبت
مردوں کے زیادہ ہے مردوں کو صدہا وسوسے پیش آتے ہیں علماء سے الجھتے ہیں لیکن تم کو اسمیں شک و
شبہ بھی نہیں ہوتا مگر معلوم نہیں کہ یہ تمھارا تقدیر پر ایمان لانا اس موقع پر کہاں گیا۔ خوب سمجھ لو کہ جسقدر
تقدیر میں ہے وہ تم کو ملکر رہیگا پھر حسد اور جلن کاہے کے لئے کرتی ہو اور یہی حسد ہے جن کی وجہ سے
سوت سے ہمیشہ انکی لڑائی رہتی ہے لیکن کوئی عورت اسکا اقرار ہرگز نہ کریگی کہ مجھکو حسد ہے بلکہ مختلف
پیرایوں میں یہ جلن نکالتی ہے کبھی کہتی ہے کہ فلانی میں یہ عیب ہیں فلانی باہر کی ہے یا شرافت میں میرے
برابر نہیں ہو سکتی ہمارے قصبات میں بالخصوص دعویٰ شرافت کا ایسا مرض ہے کہ باہر کی عورت با عزت
کیسا ہی شریف ہو مگر اپنی شرافت کے گھمنڈ میں کسی کو منہ نہیں لگاتے اور مجھکو تو اسی میں شبہ ہے کہ ہم لوگ
جو شریف کہلاتے ہیں آیا واقع میں ایسے ہی ہیں یا نہیں کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر شیوخ ہیں
کوئی تو اپنے کو صدیقی کہتا ہے کوئی فاروقی کوئی علوی کوئی عثمانی کوئی انصاری کیا ان چار یا پانچ
صحابہ کے سوا نعوذ باللہ اور صحابہ منقطع النسل تھے کوئی اپنے کو یہ نہیں کہتا کہ حضرت بلال بن رباح
رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں یا حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں۔ سب
ان چار یا پانچ حضرات ہی کیطرف نسبت کرتے ہیں شبہ ہوتا ہے کہ یہ سب تراشیدۂ یاران ہے مشاہیر
اور جلیل القدر والشان صحابہ کو لیکر ان کیطرف نسبت کرنے لگے جنکے پاس نسب نامہ محفوظ نہیں
ظاہر ہے کہ انکا بیان تو زبانی ہی قصہ ہے اور جن کے پاس نسب نامہ ہے اس میں بھی اوپر سے
اشتباہ ہے کوئی تحقیقی بات نہیں ہے چنانچہ ہم لوگ تھانہ بھون کے فاروقی مشہور ہیں مگر تاریخ سے
اسمیں شبہ پڑتا ہے۔ اسلئے کہ ابراہیم بن ادہم رح اس سلسلہ نسب میں موجود ہیں اور ان میں اختلاف
ہے کوئی انکو فاروقی لکھتا ہے کوئی عجلی کوئی تمیمی کوئی زیدی لکھتا ہے پھر ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم کہیں کہ
فلانی کم قوم کی ہے خوب یاد رکھو قیامت کے دن صرف یہ پوچھا جاویگا ماذا اکتسبت یعنی تو نے
کیا کیا یہ نہ پوچھا جاویگا کہ بمن انتسبت یعنی کس کیطرف منسوب تھا اور جسقدر اقوام ہیں سب کے
(کیا کام کرنے) مرجع اور منتہا یقینی طور پر آدم علیہ السلام ہی ہیں مگر معلوم نہیں اونکی طرف اپنے کو نسبت کیوں نہیں
کرتے اگر جواب میں کہا جاوے کہ وہ بعید ہیں اور نسب میں قریب کا اعتبار ہے تو میں کہتا ہوں کہ
اگر قریب کا اعتبار ہے تو میں ایک شے نہایت قریب بتاتا ہوں اسکی طرف نسبت کرو وہ کیا ہے

ایک آب ناپاک۔ ایک بزرگ کے سامنے سے ایک شخص نہایت فخر اور تکبر سے اکڑتا ہوا نکلا اُن بزرگ نے اسکو نصیحت فرمائی کہ بھائی اتراؤ مت اُسنے کہا کہ تم مجھ کو نہیں جانتے کون ہوں فرمایا ہاں جانتا ہوں اَوَّلُکَ نُطْفَۃٌ قَذِرَۃٌ وَاٰخِرُکَ جِیْفَۃٌ مَذِرَۃٌ وانت بین ذلک تحمل العذرۃ (تمھاری ابتدا ایک گندی بوند۔ تمھاری انتہا سڑا مردار اور ان دونوں حالتوں کے بیچ میں تم پاخانہ پیٹ میں بھرے پھر رہے ہو)

مگر اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ شرف نسب کوئی چیز نہیں ہے آخرت میں تو واقعی نسب کوئی چیز نہیں ہے عمل ہی کام آنیوالا ہے لیکن دنیا میں وہ بیکار بھی نہیں ہے شریعت نے خود اسکا اعتبار کیا ہے اگر نسب کوئی شے نہوتی تو غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع نہ کیا جاتا اور یہ قانون مقرر نہوتا الائمۃ من قریش (خلیفہ تو قریش مکہ ہی کے لوگ ہونگے) ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع نے بھی شرفا میں ضرور تفاوت رکھا ہے اور یہ تفاوت مصالح تمدنیہ کی حفاظت کیلئے ہے اگر سب کے سب اس میں یکساں ہوتے تو تمدن محفوظ نہ رہ سکتا نہ کوئی کام چل سکتا مثلاً اگر کوئی گھر بنانے کیلئے کسی کو کہتا تو وہ کہتا تم ہی ہمارا گھر تعمیر کردو نائی سے خط بنانے کو کہتے وہ کہتا تم ہی میرا خط بناؤ دھوبی کپڑے نہ دھوتا غرض سخت مصیبت ہوتی اگر بڑھئی کی ضرورت ہوتی تو وہ نہ ملتا اگر نوکر کی ضرورت ہوتی نوکر نہ ملتا یہ ادنیٰ اعلیٰ کا تفاوت ہی ہے جس سے لوگوں کے کام چل رہے ہیں چنانچہ الائمۃ من قریش میں بھی ایک انتظامی مصلحت ہے قدرتی طور سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو فضیلت دی ہے تو جب ائمہ اور امرا ان میں سے ہوں گے تو اوروں کو انکے اتباع سے عار نہوگا اور انکو دوسرے کے اتباع سے عار ہوتا اور جنگ و جدل کی صورت قائم ہوتی اور نیز یہ قاعدہ ہے کہ آدمی اپنے خاندانی شے کی بہت حفاظت کیا کرتا ہے تو اگر قریشی امام ہوگا تو دین کی حفاظت دو وجہ سے کریگا ایک اس وجہ سے کہ دین انکے گھر کا ہے دوسرے مذہبی تعلق سے پس معلوم ہوا کہ نسب میں مصالح تمدنیہ مُودَع ہیں امانت رکھے ہیں اسلئے وہ بیکار نہیں مگر نسب پر تکبر کرنا اور فخر کرنا ہر حالت میں حرام ہے اور آجکل کے شرفا میں تو نسب پر تکبر ہی ہے مگر غیر شرفا میں دوسرے طور پر تکبر پایا جاتا ہے کہ اپنے کو شرفا کے برابر سمجھتے ہیں اور اپنے میں اور ان میں کچھ فرق نہیں جانتے یہ بھی زیادتی ہے جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھدیا ہے اُسکو کون مٹا سکتا ہے غرض یہ کہ تفاخر اور کبر بھی برا ہے جیسا مدعیان خصوص عورتوں میں ہے اور فرق مراتب نہ رکھنا بھی ناپسندیدہ ہے جیسا دوسری قوموں نے اختیار کیا ہے میں اسکو بیان کر رہا تھا کہ ہماری عورتوں کے اخلاق نہایت خراب ہیں انکو اپنی اصلاح کرانا نہایت ضروری ہے اور یاد رکھو کہ بغیر اخلاق کے درست ہوئے عبادت اور وظیفہ کچھ کارآمد نہیں حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ فلانی

عورت بہت عبادت کرتی ہے راتوں کو جاگتی ہے لیکن اپنے ہمسایوں کو ستاتی ہے فرمایا ھی فی النار اور ایک دوسری عورت کی نسبت عرض کیا گیا کہ وہ عبادت نہیں کرتی مگر ہمسایوں سے حسن سلوک کرتی ہے فرمایا ھی فی الجنۃ مگر ہماری عورتوں کا سرمایہ بزرگی آجکل تسبیح اور وظیفہ پڑھنا رہگیا اخلاق کی طرف اصلا التفات نہیں حالانکہ اگر دین کا ایک بھی جز کم ہوگا تو دین ناتمام ہوگا مگر آجکل لوگوں نے جیسے اور چیزوں کا ست نکالا ہے اسیطرح دین کا بھی ست نکال لیا ہے بعض نے تو نماز روزہ ہی کو دین سمجھ لیا ہے معاملات اخلاق وغیرہ کو چھوڑ دیا اور بعضوں نے صرف اخلاق کو لیلیا اور عبادات وعقائد کو چھوڑ دیا اگرچہ ان مدعیان اخلاق کے اخلاق بھی درست نہیں ہیں لیکن اگر ہوتے بھی تو بیکار تھے ایک جماعت وہ ہے کہ ان کے عقائد اعمال ومعاملات اچھے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم خوش عقیدہ ہیں اور اسپر تفاخر کرتے ہیں اور دوسروں کی تحقیر کرتے ہیں تو انمیں اخلاق کی کمی ہے۔ اسیطرح ہماری عورتوں نے عقائد اور وظائف ونماز کو لے لیا مگر اخلاق کو چھوڑ دیا صبح سے شام تک غیبت حسد لعن طعن کبر میں مبتلا ہیں اور اسپر یہ سمجھتی ہیں کہ ہم بڑی بزرگ ہیں تو بزرگی صرف یہ نہیں ہے اسی طرح مردوں کو بھی کہا جاتا ہے کہ اخلاق کی انمیں بھی کمی ہے وہ بھی اصلاح کریں بلکہ اخلاق کا بعض حیثیات سے اعمال سے بھی زیادہ اہتمام ہونا چاہئے اسلئے کہ اگر اعمال میں کمی ہوگی تو اسکا ضرر اپنی ذات ہی تک محدود رہیگا اور اخلاق اگر خراب ہوئے تو اسکا ضرر دوسروں کو پہونچے گا۔ یہ حق العبد ہے افسوس ترک صلوٰۃ اور دیگر کبائر کو تو گناہ سمجھا جاتا ہے اور غیبت اور حسد وطمع زیور اپنی سوت سے لڑنا وغیرہ وغیرہ خصال کو گناہ نہیں سمجھتیں۔ خلاصہ تمامتر وعظ کا یہ ہوا کہ اس حدیث میں تین شر بیان فرمائے گئے ہیں اور یہ تین شر ایسے ہیں کہ تمام شرور کا تعلق ان ہی تین سے ہے بعض شرور کا تعلق تو ان سے انشا ہے اور بعض کا منشا ہے یعنی بعض شرور ان سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض شرور سے یہ پیدا ہوتے ہیں (نتیجہ نکلنا) مثلاً کفران عشیر (سبب بننا) کا منشا حرص وطمع ہے اکثار لعن سے غیبت نمامی وغیرہ ہوتی ہے اذہاب لب رجل حازم سے نااتفاقی جنگ وجدال آپس کی خانہ جنگیاں وغیرہ اسی طرح غور کرنیسے سب کا تعلق معلوم ہوسکتا ہے پس یہ تینوں واجب الاصلاح ٹھہرے اب طریقہ اصلاح کو غور سے سننا اور سمجھنا چاہئے اور اسی پر بیان ختم ہوجاویگا اور وہ طریقہ اصلاح مرکب ہے علم وعمل سے اور علم یہی نہیں ہے کہ ترجمہ قرآن شریف پڑھ لیا تفسیر سورۂ یوسف پڑھ لی یا نور نامہ وفات نامہ پڑھ لیا بلکہ کتاب وہ پڑھو جس میں تمھارے امراض کا بیان ہے یہ تو علم ہوا۔

اور عمل ایک تو یہ کہ اول تو زبان کو روک لو تمھاری زبان بہت چلتی ہے تم کو کوئی برا کہے یا بھلا

تم ہرگز مت بولو اس سے کفران عشیر اذہاب لب رجل حازم اکثار لعن وحسد و غیبت وغیرہ جاتے رہیں گے اور جب زبان روک لیجاویگی تو امراض کے مبانی بھی قلب سے جاتے رہیں گے کیونکہ جب اس قوت سے کام ہی نہ لیا جاویگا تو ان امراض کے مناشی بھی جڑیں ضعیف اور مضمحل ہوجاویں گے اور دوسرے یہ کہ ایک وقت مقرر کرکے یہ سوچا کرو کہ دنیا کیا چیز ہے اور یہ دنیا چھوٹنے والی ہے اور موت کا اور موت کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں جیسے قبر اور منکر نکیر کا سوال اور اسکے بعد قبر سے اٹھنا اور حساب وکتاب اور پل صراط کا چلنا سب کو بالتفصیل روزانہ سوچا کرو اس سے حب جاہ حب مال تکبر حرص اور اسکے فروع غیبت حسد وغیرہ سب امراض جاتے رہیں گے غرض حاصل معالجہ کا دو جز ہوئے ایک علمی دوسرا عملی علمی کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کے بعد ایسی کتابیں پڑھو جس میں احکام فقہیہ کے ساتھ امراض قلب مثل حسد تکبر وغیرہ کا بھی بیان ہو کم سے کم بہشتی زیور ہی کے دس حصے پڑھ لو اور عملی جز کا حاصل دو چیزیں ہیں کف لسان اور مراقبۂ موت لیکن طوطے کی طرح بہشتی زیور کے الفاظ خود پڑھ لینے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ کسی عالم سے سبقاً پڑھ لو جبکہ گھر میں عالم ہو ورنہ گھر کے مردوں سے درخواست کرو کہ وہ کسی عالم سے پڑھ کر تم کو پڑھا دیا کریں مگر پڑھ کر بند کرکے مت رکھ دینا ایک وقت مقرر کرکے ہمیشہ اسکو خود بھی پڑھتی رہنا اوروں کو بھی سناتی رہنا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس طریقہ سے انشاءاللہ بہت جلد اصلاح ہوجاویگی اور یہاں اس سے زیادہ بیان کرنے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ ماشاءاللہ یہاں کی عورتیں خود سمجھدار ہیں اور اصل الاصل ان تمام خرابیوں کا ایک ہی امر ہے اُسکا اگر ازالہ ہوجاوے تو سب امور کی اصلاح ہوجاوے وہ یہ کہ آجکل بے فکری ہوگئی ہے اگر ہر امر میں دین کا خیال رکھا جاوے کہ یہ امر جو ہم کرتے ہیں آیا دین کے موافق ہے یا نہیں تو انشاءاللہ چند روز میں اصلاح ہوجاوے اب دعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ آمین آمین آمین فقط

تمت